اداجعفری کی شاعری میں انسانی افکار واقدار

کلیدی الفاظ:شاعری# اقدار# مستحکم # موضوعات # قلم# تخلیق #

ڈاکٹرمحمد طالب
کرسچن کالونی،پٹیل چیسٹ ،دہلی

Abstract: The city of Bdayun has always been the cradle of knowledge and literature, great writers and poets have been born from its land in all ages. On this fertile land, Ada Jafari opened his eyes on August 22, 1924. At the end of the twentieth century, poets played a very important role. Be it poetry or prose Women in every genre have shown their essence. Ada Jafari holds a prominent place in the world of poetry. Literary critics have called her the first lady of Urdu poetry, while there were good poets before her and after her .Jafari's poetry began at a time when the progressive movement in India was on the side War of Independence and World War was a turbulent period. On the other hand, Faraq, Josh, Akhtar Sirani. As poets had a prominent position in literature, most of the poets were imitating them, but Ada Jafari took his own path away from the path of these poets. Through ghazals and poems, he created an atmosphere where there were songs of truth and new colors of love , the promiscuity also rebelled against the system, and the respect for traditions is also present here, which makes Jafari's poetry unique.

اردو شاعری کا سفر کئی صدیاں طے کر چکا ہے ہر صدی میں یہ درجہ بدرجہ تبدیلی کی جانب بڑھتی گئی جس سے اس میں نکھار پیدا ہوتا گیا۔بعض شعری اصناف

مثلاًمثنوی، قصیدہ، مرثیہ، تنزلی کا شکار ہوئے لیکن غزل اور نظم کی روایت مستحکم ہوئی۔ان دونوں اصناف نے ہمیں نئے موضوعات کے ساتھ ساتھ نئی زمین اور نئے آسمان عطا کیے۔ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ اردو غزل سے متعلق بہت سی منفی باتیں ہوئیں۔کسی نے اسے نیم وحشی صنف کہا تو کسی نے اس کی گردن قلم کرنے کی بات کی۔لیکن تمام بیانات اوراحکامات کے باوجود غزل کی مقبولیت میں کوئی کمی نہ آئی، اورنظم بھی اپنے وجود میں نیا پن لاتی رہی میر و غالب سے لے کر بشیر بدر تک غزل کی مقبولیت میں خاصہ اضافہ ہوا۔تو دوسری طرف نظم حالی، اکبر، اقبال، فیض، ن م راشد، سے ہوتے ہوئے بلراج کومل تک پہنچی اور اکیسویں صدی میں داخل ہو کر اپنے اسلوب مفاہم پیدا کیے۔اردو شاعری کے اس سفر میں کم شعراء ایسے ہیں جنہوں نے غزل کے ساتھ ساتھ نظم میں بھی یکساں طبع آزمائی کی ہواور وہ کامیاب بھی ہوئے ہوں۔لیکن ادا جعفری ایک ایسی شاعرات کی فہرست میں آتی ہیں جن کو غزل اورنظم دونوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔اسی وجہ سے وہ ادبی دنیا میں کافی مقبول ہوئیں۔

یوں تو اردو شاعری ایک مدت تک مردوں کے ہاتھوں میں پروان چڑھی لیکن ۱۹۶۰ء کے بعد خواتین نے بھی اپنی لیاقت کی بنا پر ایک منفرد پہچان قائم کر لی۔ آزادی کے بعد خواتین شعراء کی تعداد دیکھنے کو ملنے لگی تبھی جن شاعرات نے خاص شہرت حاصل کی ان میں ادا جعفری، کشور ناہید، پروین شاکر، فہمیدہ ریاض، شفیق فاطمہ شعری، زاہدہ زیدی، کے نام قابل ذکر ہیں۔

بیسویں صدی کے آخر میں شاعرات قلم کاروں نے کا بہت اہم رول رہا ہے شاعری ہو یا نثر نگاری ہر صنف میں خواتین نے اپنے جوہر دکھائے ہیں شاعری کی دنیا میں ادا جعفری ممتاز مقام رکھتی ہیں ادب کے ناقدین نے انہیں اردو شاعری کا خاتون اول کہا جبکہ ان سے پہلے بھی اچھے شاعرات تھیں اور بعد ان کے بعد بھی صاحب طرز شاعرات موجود تھیں۔

عزیز جہاں بیگم ادا جعفری کا اصلی نام تھا۔۲۲ اگست ۱۹۲۴ء کو بدایوں کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئیں۔تین سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن والدہ نے ان کی تعلیم و تربیت میں کوئی کثر باقی نہ چھوڑی۔ادا جعفری نے جس پرآشوب ماحول میں آنکھیں کھولیں وہ جاگیردارنہ نظام کا ماحول تھا لڑکیوں کی جدید تعلیم پر پابندی تھی لیکن ادا جعفری کی والدہ نے اس روایت کو توڑ کر ان کو تعلیم دلائی۔اس طرح ادا جعفری نے ۱۹۴۰ء میں ہائی اسکول اور ۱۹۴۵ء میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا.

۱۹۳۷ء میں ۱۰ برس کی عمر میں ادا جعفری پہلی نظم 'پکار' لکھ کر اپنے شعری سفر کا آغاز کیا۔ جو اختر شیرانی کے رسالہ 'رومان' میں شائع ہوئی۔جعفری کی شاعری کا آغاز ایسے وقت میں ہوا جب ہندوستان میں ایک طرف ترقی پسند تحریک اور عالمی جنگ کا پرآشوب ماحول تھا۔؟ تو دوسری طرف فراق، جوش، اختر شیرانی، علامہ اقبال، جیسے شعراء موجود تھے۔اس وقت زیادہ تر شعراء ان کی تقلید کر رہے تھے۔لیکن ادا جعفری نے عام شعراء کی راہ سے ہٹ کر الگ راہ نکالی جہاں انہوں نے عورتوں کے جذبات ان کے مسائل کی بہترین عکاسی کی۔تو وہیں اپنی شاعری کے ذریعے ایسی فضا کو تخلیق کی جہاں صداقت کے نغمے اور عشق رومان کے لیے نئے رنگ موجود تھے۔انہوں نے فرسودہ نظام کے خلاف بغاوت بھی کی تو روایت کا احترام بھی کیا جو ان کو اپنے ہم اثر شعرا سے منفرد بناتا ہے ادا جعفری نے ابتدا میں اختر سیرانی اثر لکھنوی اور جعفر علی خان سے اصلاح لیا کرتی تھیں شروعاتی دور میں وہ ادا بدایونی کے نام سے لکھا کرتی تھیں۔لیکن نورالحسن جعفری سے شادی ہونے کے بعد ادا جعفری کے نام سے لکھنے لگی اور اسی نام سے ادبی دنیا میں شہرت پائی

جعفری کا پہلا مجموعہ 'میں ساز ڈھونڈتی' ۱۹۵۰ء کو شائع ہوا۔جس میں زیادہ تر نظمیں فرسودہ نظام سے بیزاری کا اعلان اور عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتی ہیں۔انہوں نے 'احساس اولین' نظم میں جمہود اور بے چینی کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

اداجعفری کے نظموں میں خاص قسم کی موسیقیت ،تسلسل،اورروانی پائی جاتی ہے۔

اُمڈے آتے ہیں خود بخود آنسو
دل پہ قابو نہ آنکھ پر قابو
دل میں ایک درد میٹھا میٹھا سا
رنگ چہرے کا پھیکا پھیکا سا
کمیاب ہے وفا تو بہانے تراش لوں
چہرے نئے ہیں شہر پرانے تراش لوں
زلف بکھری ہوئی پریشاں حال
آپ ہی آپ جی ہورہا ہے نڈھال

عشق ومحبت،حسن رومان جیسے موضوعات پرتقریبا تمام شعراء کے یہاں اشعارموجود ہیں۔اداجعفری نے بھی ان موضوعات کواپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔ لیکن ان کا انداز بیان الگ ہے جس میں روایات کی پاسداری اوراخلاقی قدروں کا دھیان رکھا گیا ہے۔وہ انسانی زندگی کے ان پہلوؤں کو جاننے کی کوشش کرتی ہیں جو پس پردہ ہیں۔یہی جستجو اور بے چینی انہیں نئی منزل کی طرف لانے کومجبور کرتی ہے۔ اسی وجہ سے فرمان فتح پوری نے انہیں اردوشاعری کی خاتون اول کا تھا جس پراردو دنیا میں کافی تنقیدی ہوئی۔اداجعفری کی شاعری میں تازگی،شعور کی پختگی،اورفن پر مضبوط گرفت دیکھنے کوملتی ہے۔اس کے علاوہ جمالیاتی نغمگی،شادابی کا احساس بھی نظر آتا ہےانہوں نے اپنی شاعری میں میں ذات اورکائنات کے مسائل کومکمل طرح سے پیش کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اب ہم سے خطا کار بہت ہیں
اک رسم وفا تھی سو وفادار بہت ہیں
لہجے کی خنک ہو کہ نگاہوں کی صداقت
یوسف کے لیے مصر کے بازار بہت ہیں

راہوں میں کوئی آبلہ پا آب نہیں ملتا
رستے ہیں مگر قافلہ سالار بہت ہیں
گلوں سی گفتگو کرے قیامت کے درمیان
ہم ایسے لوگ اب ملیں حکایتوں کے درمیان
جو دل میں تھی نگاہ سی نگاہ کرن سی تھی
وہ داستاں الجھ گئی وضاحتوں کے درمیاں

ادا جعفری نے مرد حاوی معاشرے میں لکھنا شروع کیا جہاں عورتوں کو اپنی جذبات مشاہدات کی تخلیق کرنے پر پابندی تھی انہوں نے اپنی شاعری میں کہا کہ عورت کے دم سے کائنات میں خوبصورتی اور رونق ہے لیکن پھر بھی وہ مرد محاد معاشرے کے استحصال اور ناقدری کا شکار ہوتی ہے۔ان تمام مسائل کو انہوں نے اپنی شاعری میں اٹھایا ہے۔ان کی شاعری میں نسوانی آواز بلند کرنے نمایاں مقام رکھتی ہے۔جس میں عورت اپنے وجود کا بھرپور احساس کراتی ہے۔وہ آنسوؤں کو ہنسی کے دامن میں چھپانا جانتی ہیں۔اس کے علاوہ مرد کی سنگ دلی اور عورت کی وفاداری پر بھی کافی اشعار کہے ہیں ایک مثال ملاحظہ ہو

پتھر کو جانتے تھے مگر پوچھتے رہے
ہم اہل وفا تھے اور مروت کی بات تھی

ادا جعفری مجموعی طور پر ایک ایسی شاعرہ ہیں جن کا زیادہ تر اشعاروں میں عورت کی دکھ درد، جذبات احساسات کا اتار چڑھاؤ نظر آتا ہیا نہی کی ذہنی کیفیتوں کو انہوں نے فنکاری کے ساتھ پیش کیا ہے اسی پیغام کو آگے چل کر فمیدہ ریاض، پروین شاکر، اورزہرہ زیدی جیسی شاعرات نے بام عروض پر پہنچایا۔

جعفری کی شاعری میں تہذیبی طرز فکر اور طرز معاشرت خوب نظر آتی ہے ان کا تصور شاعری میں مردہ دل انسان نہیں ہوتے، بلکہ بہادر اور زندہ دل انسان کا تصور دیکھنے کو ملتا ہے جو حوادثات زمانہ کا مقابلہ آسانی کے ساتھ قبول کرلے جس کی

آنکھ میں موت کا خوف نہیں بلکہ بے باقی کی روشنی چمکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ادا جعفری نے انسان کے عزم حوصلے سماجی شکست وریخت زندگی کی تعمیر وتخریب کے ساتھ یہ بھی بتانے کی کوشش کی ہے کہ انسان کائنات کی سب سے افضل مخلوق ہے اس کے سامنے موت بھی ہار جاتی ہے۔ انسان ہمیشہ نئے نظام کی تشکیل کے لیے چہرے بدل کر جنم لیتا ہے۔اس طرح کی شاعری ان کے دوسرے مجموعے 'شہر درد' میں خوب دیکھنے کوملتی ہے جو ۱۹۶۷ء میں شائع ہوکر منظر عام پر آیا۔ادا جعفری نہ تو کسی تحریک سے وابستہ تھیں اور نہ ہی کسی پروپگنڈے میں شامل رہیں ہاں ان کی شاعری میں روشن خیالی خوب دیکھنے کوملتی ہے۔

یہ حسین پھول کے ہیں جاں گلستان بہار
میرے سوئے ہوئے نغموں کو جگہ ہی دیں گے

ایک لمحے کے لیے جلتے ہیں بجھ جاتے ہیں
کبھی ایک اشک سے ڈھل جاتے ہیں صدیوں کے غبار

جب دل کی راہ گزر پر کوئی نقش پا نہ تھا
جینے کی آرزو تھی مگر حوصلہ نہ تھا

ادا جعفری کی شاعری میں روزمرہ کے حقائق اور مسائل کی ترجمانی بھی دیکھنے کوملتی ہے وہ عام فہم تشبیہ اور استعارے کا بھی استعمال کرتی ہیں ان کے خیال کی پاکیزگی اور صاف گوئی انہیں انفرادیت عطا کرتی ہے ان کی شاعری میں جہاں سہل ممتنع کا استعمال دیکھنے کو ملتا ہے تو وہیں گھن گرج بلند آہنگی نظر آتی ہے۔وہ سماجی مسائل سے قاری کوروبروکراتی ہیں تو دوسری طرف ان کے کلام میں عشق محبت کے نغمے بھی گونجتے ہیں اور درد کی داستانیں بھی موجود ہیں۔

ہونٹوں پہ کبھی ان کے میرا نام ہی آئے تو سہی
آئے تو سہی برسر الزام ہی ائے

ہتھیلیوں کی اوٹ میں چراغ لے چلو ابھی
ابھی شہر کا ذکر ہے روایتوں کے درمیان

کوئی نگر کوئی گلی شجر کی چھاؤں ہی سہی
زندگی نہ کٹ سکے مسافتوں کے درمیاں

جو چراغ سارے بجھا چکے انہیں انتظار کہاں رہا
یہ سکوں کا درد شدید ہے کوئی بے قرار کہاں رہا

صنعتی، سائنسی وتکنیکی نے ترقی نے انسانی زندگی کا رخ بدل دیا، بڑے بڑے شہروں میں گاؤں کے لوگ آباد ہوئے مزدور گندی بستیوں میں رہنے کے لیے مجبور ہوئے اپنی تہذیب اور سماج سے ان کا رشتہ ٹوٹ گیا وہ شکستہ اور تنہا ہو گیا۔ گھٹن اور خود شکستگی ان کا مقدر بن گئی۔ ان مسائل کو ادا جعفری نے اپنی نظم 'ماں' میں پیش کیا ہے جہاں سبھی رشتے ٹوٹتے بکھرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں سماج کے ساتھ ہی خون کے رشتوں میں بھی محبت کا جذبہ ختم ہوتا جا رہا ہے، مگر ایک رشتہ ماں کا ایسا ہے جو ابھی بھی باقی ہے ماں جو تخلیق کا دکھ سہ کر بچے کو زندگی بخشتی ہے اس کو پالتی پوچتی ہے اس کی تمام ضروریات کا خیال کرتی ہے خود جاگ کر ان کی نیند پوری کرتی ہے اور اپنی محبت کا ثمر آور ہوتا دیکھنا چاہتی ہے، ماں کی ممتا کا یہ جذبہ اولاد کے باہمی رشتے تک ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کی انسانی برادری کی محبت کی علامت بن کر سامنے اتا ہے۔ لیکن ایک روز اس کا بچہ اس لائق ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی خود گزار لے۔ اس وقت وہ دنیا کی رنگینی مناظر میں گم ہو کر ماں جیسی حسین ہستی کو بھول جاتا ہے۔ جس اولاد کے لیے اس نے اپنی پوری زندگی قربان کر دی وہی اولاد ایک دن اس کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے ماں کی ممتا کو ادا نے نظم 'میلاد بہار' میں اس طرح بیان کیا ہے۔

اپنی تخلیق پر نازاں ہوں کے شرمندہ ہوں
آگے کچھ دیکھنا بھی چاہتی ہوں تو وہم آتا ہے

اور سرگوشیاں کرتا ہے یہ ممتا کا جنوں
کٹ ہی جائے گا شب تار کا اک اور فسوں
دیکھ نادان ہے نادان سے مایوس نہ ہو
آخر انسان ہے انسان سے مایوس نہ ہو

جب بہار آئے گی
جانے میں کہاں ہوں گی
تم تو بھول جاؤ گے
لمس میرے ہاتھوں کا
خواب میری آنکھوں کے
میں تمہیں نہ بھولوں گی
میں کہ فطرتاً ماں ہو۔

ادا کی شاعری میں تہذیبی قدریں اور انسانی افکار کی بولتی ہوئی تصویریں دیکھنے کو ملتی ہیں ان کا تیسرا مجموعہ ۱۹۷۴ء میں 'غزالہ تم تو باقف ہو' کے نام سے شائع ہوکر منظر عام پر آیا اس میں نہ کلاسیکث کی سخت پابندی نظر آتی ہے اور نہ ہی جدیدیت کی انتہا پسندی۔ بلکہ قدیم اور جدید افکار و اقدار ایک دوسرے سے ایسے پیوست ہوئے ہیں جس سے نیا اسلوب سامنے آتا ہے۔ وہ حسن کی قدردہ ہیں چاہے وہ کلاسکیت میں ملے یا جدیدیت میں۔ اس سے ان کی شاعری کی اور پرتں کھل کر سامنے آتی ہیں۔ اس میں ماضی اور حال کا تقابل دیکھنے کو ملتا ہے ان کی شاعری میں حسن و عشق فطرت کی عکاسی انسانیت کی قدروں جیسے موضوع بھی خوب نظر آتے ہیں۔ اس قبائل کی ایک نظم مسجد اقصی ہے جس میں ان کی فکری تنظیم کی بہترین مثال سامنے آتی ہے۔ اس میں ادا جعفری اپنا نظریہ حیات پیش کیا ہے۔ جس میں ماضی کی عظمت، عقیدت اور اضطراب دیکھنیکو ملتی ہے۔ عالمی تناظر میں دو مسجدوں پر تاریخی نظمیں کہی گئی ہیں، ایک علامہ اقبال کی نظم 'مسجد قطبہ' اور دوسری ادا جعفری کی 'مسجد

اقصی' ہے 'مسجد قرطبہ' فلسفیانہ احساس میں ڈوبی ہوئی نظم ہے جس میں ماضی کی بازیافت اور مستقبل کا خوفناک مناظر دکھائی دیتا ہے۔ جبکہ مسجد اقصی میں ادا جعفری اپنا نظریہ حیات پیش کیا۔ جیسے سن کر عرص سے سلام آتے ہیں۔ جس میں فریادیں، آرزویں، موجود ہیں۔ جس کا انداز بیانیہ اور خطابیہ ہے اس میں وہ مسلمانوں اور اسلام کی فکر کرتی ہوئی نظر اتی ہے جو عقیدت اور اضطراب کی عمدہ مثال بھی ہے۔

تم خورشید بکف تھے سر بازار وفا
کیوں حریف نگہ چشم تما سا نہ ہوئے
کس کی جانب نگراں تھے کہ لگی ہے ٹھوکر
تم تو خود اپنے مقدر کی ایاں تھامے تھے
اس صحیفے میں ندامت کہیں مفہوم نہ تھی
اس خریطے میں ہزیمت کہیں مرقوم نہ تھی
محترم ہے مجھے اس خاک کا ذرہ ذرہ
ہے ہاں سرور کونین کے سجدوں کی نشاں

نظم کے دوسرے حصے میں ادا جعفری لکھتی ہیں۔

زندگی مرگ عزیزہ کو تو سہہ جاتی ہے
مرگ ناموس مگر ہے وہ دہکتی بھٹی
جس میں جل جائے تو خاک کستر دل بھی نہ ملے
اور تب جائے تو کندن ہے وجود انسان
پھر یہ پگھلے ہوئے لمحات کرا نتار کراں
آپ مینار و انور میں ڈھل جاتے ہیں۔
عرش سے خاک نشینوں کو سلام آتے ہیں

ادا جعفری کے فنی کمال کا پتہ ان نظموں کے سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، ان کے زیادہ تر کلام کی قرأت کے ساتھ قاری مجبور ہوتا ہے جس میں تسلسل روانی دیکھنے

کوملتی ہے۔ان کی مشہورزمانہ غزل 'ہونٹوں پہ کبھی ان کے میرانام ہی آئے' کو استاد امانت علی خان بڑی خوبصورتی کے ساتھ گایا ہے۔ادا کی نظمیہ شاعری کا کینوس کافی وسیع ہے جن میں تنبو پایا ہے۔انہوں نے فکری، مذہبی، وطنی، عوامی، اور ملی جیسے موضوعات پر اپنی شاعری میں مختلف قسم سے برتا ہے۔'موسم موسم' ان کا کلیات ہے جس میں پانچ شعری مجموعے اور غیر مطبوعہ کلام شامل ہیں.

ادا جعفری کے عہد میں صنعتی سائنسی اور تکنیکی ترقی نے انسانی زندگی کو بدل دیا جس نے سماجی شکست وریخت کا شکار ہوئی جس کو انہوں نے اپنی شاعری کا موضوع بنایا اور اس حوالے سے انہوں نے عورت کی داخلی باطنی حقیقت کو اپنی خاص طرز انداز میں بیان کیا ہے۔بحثیت عورت انہوں نے سماج میں ہونے والی سچائیوں کو شاعری میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔

یوں تو ادا جعفری کی تربیت قدیم ترین مذہبی گھرانے میں ہوئی جہاں تہذیبی روایات کی گھن تھی۔لیکن انہوں نے اپنی زندگی کا سفرنئ دنیا کے مشاہدوں تجربوں رنگارنگی ماحول سے کیا جس نے ان کے کلام میں وسعت پیدا کردی۔جس سے اس عہد کی بہت سی خواتین کے لیے مستقل راہ بن کر سامنے آ آئیں۔اس طرح ادا جعفری جہتوں کو اپنی شاعری میں برتا جس سے وہ جدید شعراء کی صنف میں شامل ہوگیں ان کا اپنا اسلوب اور انداز بیان ہے جس میں الفاظ کی نرمی اور زندگی کی گہری معنویت پائی جاتی ہے۔اردو کی ان خدمات کی وجہ سے انہیں ۱۹۶۸ء میں حکومت پاکستان نے آدم جی ادوی ایوارڈ سے نوازا

۹۰ سال کی عمر میں ۲۲ مارچ ۲۰۱۵ کراچی میں وفات پائی ان کی تصانیف درزذیل ہیں۔(۱) میں ساز ڈھونڈتی رہی۔(۲) شہر درد۔(۳) غزالاں تم تو باقف ہو۔(۴) ساز سخن بہانہ ہے۔(۵) شنا سائی۔(۶) جو رہی سو بے خبر رہی کہ نام سے۔خودنوشت لکھی۔اور موسم موسم کے نام سے ۲۰۰۲ء میں کلیات شائع ہوا۔

☆☆☆